شہداء فی سبیل اللہ کا مرتبہ

مفتی سباح الدین آف کاکاخیل

الحمد للہ رب العلمین ۔ الصلوٰۃ والسلام علی سید المرسلین وخاتم النبیین وعلیٰ آلہٖ واصحابہٖ واتباعہٖ اجمعین ۔ اما بعد فاعوذ باللہ من الشیطان الرجیم ۔ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ۔ وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِينَ قُتِلُوا فِي سَبِيلِ اللّٰهِ أَمْوَاتًا بَلْ أَحْيَاءٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ يُرْزَقُونَ ۔ فَرِحِينَ بِمَا آتَاهُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهِ ط وَيَسْتَبْشِرُونَ بِالَّذِينَ لَمْ يَلْحَقُوا بِهِمْ مِنْ خَلْفِهِمْ أَلَّا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ ۔ يَسْتَبْشِرُونَ بِنِعْمَةٍ مِنَ اللّٰهِ وَفَضْلٍ وَأَنَّ اللّٰهَ لَا يُضِيعُ أَجْرَ الْمُؤْمِنِينَ ٥

یہ سورہ آل عمران کی ایک آیت ہے ۔ جس کا ترجمہ یہ ہے:

" جو لوگ اللہ کی راہ میں قتل ہوئے ہیں ۔ تم انہیں مردہ نہ سمجھو ۔ وہ تو حقیقت میں زندہ ہیں اپنے رب کے پاس رزق پا رہے ہیں ۔ جو کچھ اللہ نے اپنے فضل سے انہیں دیا ہے اُس پر وہ خوش و خرم ہیں ۔ اور مطمئن ہیں کہ جو اہل ایمان ان کے پیچھے دنیا میں رہ گئے ہیں اور ابھی وہاں نہیں پہنچے ہیں ۔ اُن کے لیے بھی کسی خوف اور رنج کا موقع نہیں ہے ۔ وہ اللہ کے انعام اور اُس کے فضل پر شاداں و فرحاں ہیں اور اُن کو یہ معلوم ہو چکا ہے کہ اللہ تعالیٰ مومنوں کے

اجر کو ضائع نہیں کرتا۔"

اللہ تعالیٰ کی راہ میں، یعنی اعلاء کلمۃ اللہ اور اقامتِ دین کے لیے مزاحم قوتوں سے مقابلہ کرتے اور لڑائی لڑتے جو کوئی قتل کیا جاتا ہے، مارا جاتا ہے۔ قرآن و حدیث کی اصطلاح میں اُس مقتول فی سبیل اللہ شخص کو شہید کہا جاتا ہے۔ اور ایسی موت کو شہادت کی موت۔ آلِ عمران کی اس آیت میں اور سورۂ بقرہ کی آیت:

وَلَا تَقُولُوا لِمَنْ يُقْتَلُ فِي سَبِيلِ اللَّهِ أَمْوَاتٌ بَلْ أَحْيَاءٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ وَلَٰكِنْ لَا تَشْعُرُونَ ۔

میں یہ بات واضح طور پر کہی گئی ہے کہ مقتول فی سبیل اللہ کو مُردہ مت کہو، بلکہ وہ اللہ کے ہاں زندہ ہیں۔

اِن آیتوں کی تفسیر و توضیح اور شہداء کی حیات کس طرح ہے اور اُن کے اور کیا کیا فضائل احادیث صحیحہ سے ثابت ہیں۔ یہ بتانے سے قبل میں ضروری سمجھتا ہوں کہ خود لفظِ شہادت اور شہید کی کچھ وضاحت کروں۔ عربی زبان کے کچھ الفاظ قرآن مجید اور احادیث رسول صلی اللہ علیہ وسلم میں ایسے موجود ہیں کہ اب قرآن و حدیث کی اصطلاح میں وہ جن معانی کے لیے استعمال ہو رہے ہیں، نزولِ قرآن مجید اور زمانۂ نبوت جناب رسول اللہؐ سے قبل ان معنوں میں استعمال نہیں ہوتے تھے۔ یہ درست ہے کہ اصل عربی لغوی معانی کے ساتھ ان اصطلاحی معانی کی کچھ نہ کچھ مناسبت تو ہوتی ہے۔ اور قدیم لغوی معنیٰ اور جدید اصطلاحی معنیٰ میں کچھ نہ کچھ جوڑ تو ہوتا ہے، لیکن اُن معانی کے لیے جواب اس لفظ شہید کے لیے لیے جاتے ہیں پہلے کبھی یہ لفظ استعمال میں نہیں آیا۔

صلوٰۃ، زکوٰۃ، صیام اور اسی طرح اور بہت سے الفاظ بھی ایسے ہیں۔ لفظ شہادت کے قدیم لغوی معنیٰ گواہی دینا اور کسی جگہ حاضر ہونا ہے۔ شہید بہ معنیٰ شاہد، گواہی دینے والا۔ مشہود جہاں حاضری ہو جاتی ہے۔ اور استشہاد بنانا۔ قرآن مجید میں یہ الفاظ، استشہاد، شہید، شہادت اپنے ان لغوی معنوں میں بھی مستعمل ہیں۔

لیکن یہی الفاظ اصطلاحی طور پر قرآن مجید[1] اور احادیث میں کچھ اور معنوں میں استعمال ہوتے ہیں۔ اور یہ ایسے معانی ہیں کہ نزولِ قرآن سے قبل عربوں کے ہاں وہ معانی کبھی بھی ان الفاظ سے مراد نہیں لیے گئے مثلاً:

شہادت کے اصطلاحی معنی اب کے اللہ کی راہ میں، اقامتِ دین کی جد وجہد، اعلاء کلمۃ اللہ کے لیے کسی مزاحم قوت کے ہاتھوں مارے جانے کے ہیں۔ اور شہید جس کی جمع شہداء ہے، اُس شخص کو کہتے ہیں جو اللہ کی راہ میں اور اقامتِ دین کی جدوجہد میں مخالف قوت کے ہاتھوں قتل ہوا ہو۔ اسی لیے راستے میں اُس کا خون بہا ہو اور جان قربان ہوئی ہو، اور استشہاد کے معنی اسی طرح کسی کے شہید کیے جانے کے ہیں۔

علمائے لغت اور مفسرین کلامِ الٰہی نے ان الفاظ کے قدیم معانی اور جدید اصطلاحی مستعمل معانی کے درمیان مناسبت پیدا کرنے، جوڑ لگانے اور ان الفاظ کے انہی معانی کے لیے استعمال میں لانے کی مختلف وجوہ بیان کی ہیں۔

شہید فعیل کے وزن پر ہے۔ اور فعیل کے وزن پہ لفظ کبھی تو فاعل کے معنی میں ہوتا ہے جیسے سمیع بمعنی سامع۔ علیم بمعنی عالم وغیرہ، چنانچہ اسی طرح شہید بمعنی شاہد ہے۔ اور شہید کے قدیم لغوی معنی گواہی دینے والے کے ہیں۔ اللہ کی راہ میں قتل ہونے والے کو شہید بمعنی شاہد اس لیے کہا گیا ہے کہ قیامت کے دن جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب گذشتہ امتوں کے بارے میں گواہی دیں گے (جس کا ذکر لِتَكُونُوا شُهَدَاءَ عَلَى النَّاسِ وَيَكُونَ الرَّسُولُ عَلَيْكُمْ شَهِيدًا میں ہے) تو یہ مقتول فی سبیل اللہ بھی آپ کے ساتھ گواہی دینے والا ہوگا۔ اور چونکہ کسی کے خلاف شہادت سب سے بہتر اس شخص کی ہوتی ہے جو سب سے افضل ہو اور یہ مقتول فی سبیل اللہ یقیناً سب سے افضل ہے۔ ان مقتولین

---

[1] قرآن مجید کی سورہ آل عمران میں ایک جگہ ویتخذ منکم شہداء کا لفظ آیا ہے۔ بعض مفسرین نے شہداء کی تفسیر بمعنی مقتولین فی سبیل اللہ کی ہے۔ اس تفسیر کی بنا پر قرآن مجید میں شہداء کا لفظ اصطلاحاً مقتول فی سبیل اللہ کے لیے استعمال ہوا۔

فی سبیل کو حیاتِ جاودانی حاصل ہے خود اللہ تعالیٰ نے ان کا یہ ممتاز درجہ بیان فرمایا ہے:
اَحْیَآءٌ عِندَ رَبِّهِمْ یُرْزَقُونَ فَرِحِینَ بِمَآ اٰتٰهُمُ اللّٰهُ مِن فَضْلِهٖ۔ پس اپنی
اسی افضلیت کی وجہ سے اس موقع پر وہ شاہد یعنی گواہ ہوگا۔

بعض حضرات نے کہا ہے کہ اس کو شہید یعنی گواہ اس لیے کہا جاتا ہے کہ اس نے حق و صداقت
کی گواہی اس طرح جزم و یقین کے ساتھ دی کہ اس حق کے قائم کرنے اور حق کا بول بالا کرنے
کے لیے اپنی جان قربان کر دی۔ اور جان دے کر تمام لوگوں کے سامنے یہ ثابت کر دیا کہ میں
اس راستے کو ایسا حق سمجھتا ہوں کہ اس کے لیے اپنا خون بہانے اور جان دینے کے لیے بھی
تیار ہوں، اور جان دے دی ہے۔ اس سے بڑھ کر اور کیا گواہی ہو سکتی ہے۔ شہادت
کے لیے تسلیم جان کیا ہے، شہادت ہے۔

بعض حضرات نے کہا کہ شاہد بمعنی حاضر کے ہیں۔ چونکہ یہ زندہ ہے اور اس کی موت ایسی
ہے گویا مرا نہیں۔ اور اب بھی حاضر و موجود ہے۔

بعض نے کہا کہ بمعنی حاضر تو ہے، مگر مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس شخص مقتول فی
سبیل اللہ کے لیے جنت میں جو کچھ نعمتیں مہیا فرمائی ہیں قتل ہوتے ہی یہ وہاں حاضر ہو گیا۔

کچھ اور حضرات کہتے ہیں کہ شہید فعیل بمعنی مفعول ہے، جیسے قتیل بمعنی مقتول،
جریح بمعنی مجروح۔ پس یوں ہی شہید بمعنی مشہود ہے۔ یعنی اللہ تعالیٰ اور فرشتے اس کے
حق میں یہ گواہی دے رہے ہیں کہ یہ جنتی ہے: شُهُودٌ لَهٗ بِالْجَنَّةِ۔ یا یہ کہ ملائکہ رحمت
مغفرت اس مقتول فی سبیل اللہ کے پاس حاضر ہوتے ہیں اور فرشتوں کی یہ حاضری اس
کی تکریم و تعظیم اور عنداللہ اس کی اہمیت و مقبولیت کی بنا پر ہے۔ الغرض ان توجیہات میں سے
جس توجیہ کو بھی آپ لیں اس لفظ شہید کے مفہوم ہی میں اس شخص کی عظمتِ شان، قبولیت
عنداللہ اور ایک امتیازی فضیلت جھلکتی ہوئی نظر آئے گی۔ اور شہید کے لفظ ہی سے اس
مقتول فی سبیل اللہ کی فضیلت کا اندازہ ہو سکے گا۔ خود لفظ ہی سراپا منقبت ہے۔

سورۂ آل عمران کی یہ آیت جواب میں نے پڑھی ہے کب نازل ہوئی؟ اور کن شہدا کے
واقعۂ شہادت کے بارے میں یہ نازل ہوئی؟ اس سلسلے میں بعض مفسرین نے لکھا ہے کہ غزوۂ بدر

کے چودہ شہداء کے واقعۂ شہادت کے بعد اُن کے بارے میں یہ آیت اُتری ہے۔

بعض نے کہا ہے کہ بیر معونہ کا جو مشہور واقعہ پیش آیا تھا اور ستر صحابہ کرام جن کو قرّاء کہا جاتا تھا اور جن کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بعض قبائل کی درخواست پہ اُن کو دینِ اسلام سکھانے اور تبلیغ کے لیے بھیجا تھا۔ اور اُن ظالموں نے دھوکہ کر کے اُن سب کو شہید کیا تھا اُن کے بارے میں یہ آیت نازل ہوئی تھی۔

بعض مفسرین نے یہ لکھا ہے کہ غزوۂ اُحد میں جو ستر صحابہ کرام شہید ہو گئے تھے، اُن سے اِس آیت کا تعلق ہے۔

قرآن مجید میں یہ آیت اُحد کے حالات پہ تبصرے کے سلسلے میں ہے۔ اس لیے زیادہ صحیح تو یہ ہے کہ اُحد کے شہداء کے بارے میں یہ آیت نازل ہوئی، لیکن الفاظ کے عموم کے اعتبار سے غزوہ بدر اور واقعہ بیر معونہ کے شہداء پر بھی اس کا مضمون منطبق ہے، بلکہ ان دو واقعات کے علاوہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانۂ مبارک میں جو صحابہ مختلف غزوات و سرایا میں مرتبۂ شہادت سے سرفراز ہوئے، یا آپؐ کے بعد خلفائے راشدینؓ کے دَور میں اعلاء کلمۃ اللہ، اقامتِ دین اور اشاعتِ اسلام کے سلسلے میں مختلف ممالک میں جن جن حضرات نے جان کی قربانی دی اور اللہ کے راستے میں ان کا خون بہا اور قتل ہوئے یا اب تک دُنیا کے مختلف خطوں میں فی سبیل اللہ جتنے اور مسلمان شہید ہوئے بلکہ قیامت تک جو مسلمان فی سبیل اللہ شہید ہوتے رہیں گے، اُن سب کو آیت کے اس مضمون میں شامل مانا جاسکتا ہے۔

یہ ایک مسلمہ قاعدہ اور ضابطہ ہے: العبرۃ لعموم اللفظ لا لخصوص المَورِدِ، یعنی قرآن و حدیث کے نصوص و عبارات میں الفاظ کے عموم و شمول کو دیکھ کر حکم کو عام مانا جاتا ہے۔ یہ نہیں دیکھا جاتا کہ یہ کسی خاص موقع پہ کہے ہوئے الفاظ ہیں اِس لیے اس کا صرف اسی خاص واقعے سے تعلق ہے۔

اس بات کو ذہن میں رکھتے ہوئے آپ ان روایات کو ملحوظ رکھیے جن میں یہ ذکر ہے کہ یہ آیت غزوۂ اُحد کے شہداء کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔ ترمذی، ابن ماجہ، ابن خزیمہ

اور امام بغویؒ کے ہاں مشہور انصاری صحابی حضرت جابر بن عبداللہ کی روایت ہے۔ وہ فرماتے ہیں کہ غزوۂ احد کے اس واقعے کے بعد جس میں میرے والد ماجد حضرت عبداللہ شہید ہوئے تھے ایک دفعہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے میری ملاقات ہوئی۔ آپ نے مجھے دیکھ کر فرمایا کہ اے جابر! کیا بات ہے، تیری طبیعت کچھ بجھی بجھی سی ہے، چہرہ کھلا ہوا نہیں ہے؟ میں نے عرض کی۔ یا رسول اللہ، بات یہ ہے کہ احد میں میرے والد شہید ہو گئے ہیں۔ اور وہ اپنے پیچھے بہت سے افراد خاندان اور اپنے اوپر بہت سا قرضہ چھوڑ گئے ہیں۔ اس وجہ سے پریشان ہوں۔ حضور نے فرمایا کہ کیا میں تجھ کو خوشخبری نہ دوں کہ شہادت کے بعد تیرے والد کو اللہ تعالیٰ کے ہاں جا کر کیا کچھ ملا ہے۔ میں نے کہا۔ حضور، ضرور ارشاد فرمایئے۔ اس پر جناب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ جس سے بھی ہم کلام ہوتا ہے ورائے حجاب اور پس پردہ کلام کرتا ہے، لیکن شہادت فی سبیل اللہ کی برکت سے اللہ تعالیٰ نے تمہارے والد سے آمنے سامنے کلام کیا اور فرمایا کہ اے میرے بندے، تیری جو بھی خواہش ہو بیان کر، وہ پورا کر دوں گا۔ تو تمہارے والد نے اللہ تعالیٰ سے یہ درخواست کی کہ اے میرے پروردگار، میری خواہش یہ ہے کہ مجھے پھر زندہ کر کے دنیا میں بھیج کہ تیری راہ میں پھر قتل ہوں تاکہ مجھے پھر شہادت فی سبیل اللہ کی فضیلت حاصل ہو۔ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا کہ میرا یہ فیصلہ پہلے سے طے ہو چکا ہے کہ مرنے کے بعد پھر کسی کو دنیا میں لوٹایا نہیں جائے گا۔ حضرت جابر فرماتے ہیں کہ آلِ عمران کی یہ آیت "فلا تحسبن الذین قتلوا فی سبیل اللہ .... الخ" انہی شہداء کے بارے میں نازل ہوئی جو جنگِ احد میں درجہ شہادت پر فائز ہوئے۔

ایک دوسری روایت مسلم شریف، مسند احمد، ابوداؤدؒ، مستدرک حاکمؒ اور بغوی کی حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے یوں مروی ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جب تمہارے مسلمان بھائی غزوۂ احد میں شہید ہو گئے، تو اللہ تعالیٰ نے ان کی روحوں کو سبز رنگ کے پرندوں کے پپوٹوں میں داخل کر دیا۔ اور ان کو جنت میں چلنے پھرنے اور اڑنے کی کھلی چھٹی دے دی کہ وہ جہاں چاہیں جا سکتے ہیں۔ جنت کی نہروں پر جائیں جنت

کے پھل کھائیں اور عرشِ الٰہی کے نیچے سونے کے قندیلوں میں جا کر ٹھکانا بنائیں۔ جب انہوں نے دیکھا کہ شہادت فی سبیل اللہ کی برکت سے اُن کو جنت کی نعمتیں مل رہی ہیں۔ عمدہ سے عمدہ ٹھکانا، عمدہ سے عمدہ کھانا پینا، اللہ پاک نے وہاں اُن کو بہت اعزاز و اکرام سے نوازا ہے اور اُن کو فضیلتیں دی ہیں، تو کہنے لگے کہ کاش ہماری قوم (یعنی وہ لوگ جو زندہ ہیں) اُن نعمتوں کو دیکھتے جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہم کو نصیب ہوئی ہیں اور جو کچھ اللہ تعالیٰ نے ہمارے ساتھ یہاں آنے کے بعد کیا ہے تو وہ جہاد فی سبیل اللہ میں شرکت کرنے اور جہاد کے لیے جان لڑا دینے کا اور شوق رکھتے اور کبھی بھی اس راستے پر چلنے سے پیچھے نہ ہٹتے۔

جیسا کہ سورۂ یٰسٓ میں ہے کہ ایک سچے مومن، حبیب نجار نے جب کافروں کو اُن مرسلین کے اتباع کی تاکید کی جو اُن کی طرف بھیجے گئے تھے اور سمجھایا کہ اللہ تعالیٰ وحدہٗ لاشریک ہی معبودِ حقیقی اور نفع و ضرر کا مالک ہے، صرف اُسی کی عبادت کرو۔ اُسی کی طرف تم سب کو پلٹ کر جانا ہے۔ ”اور میں تو ایمان لے آیا ہوں تم سب سن لو“۔ تو کافروں نے اس بنا پر اس کو شہید کر دیا۔ شہادت کے بعد جب اُس کو جنت میں داخل ہونے اور وہاں کی نعمتوں سے متمتع ہونے کا حکم ہوا۔ تو اُس نے تمنا کی کہ کاش میری اس حالت اور نعمتوں سے متمتع ہونے کا علم میری ساری قوم کو بھی ہو جاتا۔ کہا: یالیت قومی یعلمون بما غفر لی ربی وجعلنی من المکرمین ہ

کاش! میری قوم کے لوگوں کو بھی اس کا علم ہوتا کہ میرے رب نے مجھے بخش دیا ہے اور مجھے ان نیک بختوں میں شامل کر دیا، جن کو اللہ تعالیٰ کے ہاں سے اعزاز و اکرام اور بلند مرتبہ نصیب ہوتا ہے۔

اسی طرح شہدائے اُحد نے جب یہ تمنا کی، تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا: انا مخبرٌ عنکم و مبلغٌ اخوانکم کہ میں تمہارے بارے میں یہ خبر اُن کو دے دوں گا اور تمہارے بھائیوں کو یہ بات پہنچا دوں گا۔ اس پر وہ شہدا بہت خوش اور ان سے وعدہ کرنے کی بنا پر اللہ تعالیٰ نے تمام مسلمانوں کو اُن کی حالت کے بارے میں آگاہ فرمایا۔ چنانچہ یہ آیت نازل ہوئی ولا تحسبن